© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

افسوس ہے پچھلے دنوں دارالعلوم دیوبند کے نہایت لائق وفائق اور مشہور استاذ مولانا بشیر احمد خاں صاحب کا اچانک انتقال ہوگیا۔ مولانا ریاضیات اور ہیئت میں برصغیر ہند و پاک کے علماء میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے اس کے علاوہ فقہ اور حدیث میں بھی اُن کی نظر وسیع تھی، چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں ان فنون کی اونچی کتابیں اُن کے زیرِ درس رہتی تھیں اور کبھی کسی طالب علم نے اپنی بے اطمینانی کا اظہار نہیں کیا۔ علوم و فنون میں اس درجہ مہارت اور اُن میں شغف کے ساتھ مولانا میں نظم و نسق اور دنیوی معاملات و مسائل کو سمجھنے اور اُن کے حل کرنے کی صلاحیت بھی بدرجۂ اتم تھی۔ اسی بنا پر چند ماہ ہوئے اُن کا انتخاب نائب مہتمم کے عہدہ کے لئے ہوا تھا۔ عمر اگرچہ ستّر کے لگ بھگ تھی، لیکن قویٰ مضبوط اور عام تندرستی بہت اچھی تھی، ۱۲ر اگست کو مجلسِ عاملہ کی میٹنگ میں وہ شروع سے آخر تک شریک رہے اور اُس کا کبھی وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ دو۲ دن کے بعد ہی مولانا یک بیک راہیِ عالمِ بقا ہو جائیں گے۔ یوں بھی عابد مرتاض اور خندہ جبین و خوش اخلاق تھے، اللہ تعالیٰ مغفرت و بخشش کی نوازشوں سے نوازے اور اُن کے درجات اونچے کرے۔ آمین۔

ابھی گذشتہ مہینہ ہمارے ایک امریکن نومسلم دوست پروفیسر عبدالرحمٰن بارکر پاکستان میں ایک ماہ قیام کرنے کے بعد ہندوستان آئے اور ہم سے علی گڈھ میں اُن کی ملاقات اور گفتگو ہوئی تو اُن سے یہ معلوم کرکے بڑا صدمہ ہوا کہ تلک کی منحوس رسم یعنی لڑکی والوں سے روپیہ کا بھاؤ تاؤ کرکے شادی کرنا، آج کل پاکستان میں بھی بہت زور شور سے جاری ہے اور طبعی طور پر اس کا جو نتیجہ ہونا چاہیئے وہ وہاں کی سماج میں نظر آرہا ہے، اس قسم کی شادی میں لڑکے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُس کے والدین کے پیشِ نظر صرف روپیہ ہوتا ہے۔ اُنھیں اس سے بحث نہیں ہوتی کہ لڑکی کیسی ہے؟ کس ماحول میں اُس کی تربیت ہوئی ہے؟ دینداری میں اُس کا کیا مقام ہے؟ حسن وجمال اور صحت وتندرستی کے لحاظ سے اُس کی پوزیشن کیا ہے؟ طبیعت۔ مذاق۔ اور اخلاق وعادات کے اعتبار سے دونوں میں نباہ ہوسکے گا یا نہیں؟ اس کے بالمقابل لڑکی کے والد یا جو بھی اُس کا سرپرست ہو۔ اگر مالدار ہے تو وہ اپنی دولت کے بل بوتہ پر صرف اس بات کو دیکھے گا کہ لڑکا کوئی اعلیٰ سرکاری عہدہ دار ہو یا کسی اور شعبہ میں ہو مگر معقول تنخواہ یا بزنس رکھتا ہو۔ اس کے علاوہ وہ کون ہے؟ اور کیسا ہے؟ اس سے کوئی بحث نہیں ہوتی۔ اس قسم کی انمل بے جوڑ شادیوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ناکام رہتی ہیں۔ اور لڑکے کو جو روپیہ بطور اپنی قیمت کے ملتا ہے، وہ اُسی روپیہ سے عیاشی شروع کردیتا ہے۔ یا اسے چھوڑ دوسری شادی کرلیتا ہے بہرصورت دونوں کی زندگی تباہ وبرباد ہوتی ہے اور دوسری جانب اس رسمِ بد کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کتنی ہی تعلیم یافتہ، سلیقہ مند اور خوبصورت لڑکیاں ہیں جو بن بیاہی صرف اس جُرم میں رہ جاتی ہیں کہ اُن کے والدین غربت اور قلتِ آمدنی کے باعث شادی کے بازار میں اُن کے لئے کوئی شوہر نہیں خرید سکتے۔ پروفیسر بارکرنے ایک ماہ کے قیام میں اس منحوس رسم کے جو بعض مناظر اور اثرات اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں وہ انھیں بڑے غم وغصہ کے ساتھ بیان کرتے جاتے اور بار بار پوچھتے جاتے تھے "کیا یہ اسلام ہے؟" خدا کے لئے مجھے بتائیے کیا اس معاشرہ کو آپ اسلامی معاشرہ کہیں گے؟ یورپ اور امریکہ کو آپ لوگ کیا کچھ نہیں کہتے! لیکن کیا وہاں اس رسم کا کہیں نام ونشان بھی موجود ہے" وغیرہ وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر مسلمان بالکل ہی بےحس ہو گئے ہیں تو بات دوسری ہے ورنہ اگر اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی ادنیٰ سا تعلق بھی باقی ہے تو انھیں محسوس کرنا چاہئے کہ جس سماج میں یہ لعنت عام ہوجائے وہ سب کچھ ہوسکتا ہے۔ اسلامی ہرگز نہیں ہوسکتا اور چونکہ اسلام دینِ فطرت ہے اس بنا پر یہ سماج آج نہیں تو کل ایک نہ ایک دن عذابِ الٰہی سے ضرور دوچار ہوگا! اسلام میں عورت کے لئے جو مہر رکھا گیا ہے جس کے بغیر نکاح ہوتا ہی نہیں، اس بات کی دلیل ہے کہ جہاں تک روپیہ کا تعلق ہے اُس کا دینا مرد کا اور اُس کا لینا عورت کا کام ہے اور دونوں کی صنفی خصوصیات کے پیشِ نظر یہی دراصل عین تقاضائے فطرت ہے۔ اب اگر کہیں معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے اور وہ بھی اس ڈھٹائی اور بےحیائی کے ساتھ تو ظاہر ہے۔ یہ سرتاسر خلافِ فطرت ہوگا اور ہر وہ عمل جو خلافِ فطرت ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُس کی پاداش ناگزیر ہے:

"عذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں"

یہ صورتِ حال پاکستان کے ساتھ مخصوص نہیں یہاں بھی بنگال اور بہار تو پہلے سے ہی اس عذابِ الیم میں مبتلا تھے جس کے خلاف راقم نے بزمانۂ قیامِ کلکتہ۔ بُرہان کے انھیں صفحات پر ایک مہم شروع کی تھی اور جس کے کچھ خوشگوار اثرات بھی اُس زمانہ میں مشاہدہ میں آئے تھے۔ اب اتر پردیش میں بھی کم و بیش یہی فضا قائم ہوتی جارہی ہے مشکل یہ ہے کہ مسلمانوں کی اصلاحِ معاشرت کا کام صوفیا و مشائخِ کرام کرتے تھے جن کی خانقاہیں ہوتی تھیں اور ہزاروں مسلمان اُن کے دامانِ عقیدت و ارادت سے وابستہ ہوتے تھے یا یہ کام وہ علماء کرتے تھے جو کم از کم جمعہ جمعہ وعظ کہتے تھے۔ عوام سے ربط رکھتے تھے اُن کی نجی مجلسیں بھی وعظ و تذکیر کے لئے وقف ہوتی تھی اور اُن کی گفتگو بھی قال اللہ اور قال الرسولؐ سے خالی نہیں ہوتی، اب زمانہ نے ان سب روایاتِ دیرینہ کی بساط اُلٹ دی ہے۔ اب خانقاہیں ہیں بھی تو خال خال، اور جتنی ہیں بھی اُن میں وعظ و تذکیر، اصلاح و تذکیہ کا کتنا اہتمام ہوتا ہے؟ رہے علمائے کرام تو اب انھوں نے بھی اپنی وضع بدل دی ہے۔ جو اصحابِ درس و تدریس ہیں وہ مدرسوں سے باہر کی دنیا سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے۔ جو پبلک میں کام کرتے ہیں اُن کا میدان یا سیاست ہے، یا عیدِ میلاد کے جلسوں اور کانفرنسوں میں گرانقدر نذرانے لے کر شریک ہونا اور تقریریں کرنا! رہا سماج! تو اگر وہ غیر اسلامی اعمال و افعال کی کثرت سے برباد ہوتا ہے تو ہو! اُس کا درد و کرب کسی میں نہیں! انجمنیں ہیں اور ادارے ہیں ہر کام اور ہر مقصد کے لئے! لیکن خاص معاشرتی اور سماجی اصلاح کے لئے کتنی انجمنیں اور کتنی تنظیمات ہیں؟ یہاں اور وہاں؟ اور وہ کیا کام کر رہی ہیں؟ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ۔

"اعتذار"

مدیرِ محترم جناب مولانا سعید احمد صاحب، اِن دنوں مصر تشریف لے گئے ہیں، اس لئے تبصرے شائع نہیں کئے جا سکے۔

(منیجر)

© rasailojaraid.com